بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہم انصاری نے یہ ناول (اگر اور جیتے رہتے از ماہم انصاری) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین(New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (اگر اور جیتے رہتے از ماہم انصاری) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین(New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ،سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

اس نے کھڑکی سے پردا سرکا کر باہر جھانکا۔ کھڑکی کھلتے ہی سرد ہوا کے جھونکے نے اندر آکر اس کے بال بکھیر دیے۔ دور لان کے آخری سرے پر موجود لمبے سفیدہ کے درخت ہوا کے زور سے جھوم رہے تھے۔ کیاریوں میں موجود گلاب اور موتیا کے پھول آنکھوں کو تازگی بخش رہے تھے۔ اس کی نظریں موتیے کے پودے سے ہوتی ہوئی کونے میں لگے گلموہر کے درخت پر ٹھہر گئیں۔ یہی ایک درخت تھا جو بہار کے موسم میں بھی خزاں کی تصویر بنا اپنی جگہ پر ساکت و جامد کھڑا تھا۔ اس پر ایک بھی پھول نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ چند لمحوں تک اس درخت پر نظریں جمائے کھڑی رہی۔

"فائز بھائی! آپ لندن میں رہتے ہیں؟" مرکزی گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے فائز سے سوال کیا۔ گیٹ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سے زویا کا ارتکاز ٹوٹ گیا تھا۔ اب وہ ٹریک سوٹ میں ملبوس فائز اور حماد کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ حماد بھی نا" اس نے جھنجھلا کر سوچا۔ اپنے بلاوجہ ان کے سر پر سوار ہونے کا احساس اسے ہر وقت شرمندگی میں مبتلا رکھتا تھا اور جب وہ حماد کو ان میں گھلا ملا دیکھتی تب مزید الجھن کا شکار ہوتی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ ان کی جگہ نہیں ہے۔ وہ اس جگہ پوری طرح مس فٹ ہیں۔ اور جہاں ہم فٹ نہیں ہوتے ایک دن وہاں سے جگہ بدلنی ہی پڑتی ہے۔

"ہاں! اب وہاں ہی رہتا ہوں" وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے اب کسی قدر قریب آچکے تھے کہ زویا کو ان کی آوازیں بآسانی سنائی دے رہی تھیں۔

"آپ ہمیں بھی وہاں لے جائیں گے؟" اس نے پر شوق انداز میں فائز کے چہرے کو دیکھا۔

فائز کے چہرے پر اس کی ازلی مسکراہٹ ابھر آئی۔ زویا نے ایک بار پھر خود کو بے بس ہوتے محسوس کیا۔

"تم جانا چاہتے ہو؟" اسے حماد سے نا جانے کیوں اتنی انسیت محسوس ہوتی تھی۔ حالانکہ ان کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں تھا۔

"ہاں! مجھے لندن دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ آپی کو بھی ہے مگر اماں کہتی تھیں لندن جانا آسان نہیں ہے۔ بابا گئے تھے تو۔۔۔۔۔۔۔"

"حماد!" اس سے مزید نا رہا گیا تو وہیں سے اسے پکار بیٹھی۔ ان دونوں نے چونک کر سر اٹھایا۔

"میرے کمرے میں آؤ" اس کا لہجہ تنبیہی تھا۔

"اچھا آپی! میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں" حماد پر اس کے تنبیہی لہجے کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"حماد!" زویا نے دوبارہ اسے تیز لہجے میں پکارا۔

"جی آپی!" وہ زچ آ کر بولا۔

"فوراً میرے کمرے میں آؤ" اس نے بے لچک لہجے میں کہا اور کھڑکی سے ہٹ گئی۔

"تم پہلے بات سن لو اس کی" فائز نے اس کے تیوروں کے پیش نظر حماد کو جانے کا اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے" وہ نا چاہتے ہوئے بھی خاموشی سے اندر کی سمت بڑھ گیا۔

****

"تمہیں کتنی دفعہ کہوں کہ اس گھر اور یہاں کے مکینوں کو اپنا مت سمجھو۔وہ ہمارے نہیں ہیں۔یہ ہم جو یہاں رہ رہے ہیں نہ! یہ سب چند روزہ ہے۔یہاں کی آسائشوں کی عادت مت ڈالو ورنہ زندگی مشکل ہو جائے گی۔اور کوشش کرو کہ اس طرح رہو کہ کسی کو تمہارے ہونے کا احساس ہی نا ہو۔آئیندہ اگر تم نے فائز صاحب سے کوئی فرمائش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"اس کی آواز دھیمی مگر لہجہ سخت تھا۔

"مگر کیوں آپی؟فائز بھائی تو اتنے امیر ہیں۔وہ تو مستقل لندن میں ہی رہتے ہیں۔جب واپس جائیں گے تو ظاہر ہے ہمیں بھی۔۔۔۔"

"خبر دار جو ایسی کوئی امید لگائی۔اور سنو! وہ تمہارے بھائی کب سے ہو گئے ہاں؟بولو"وہ نا جانے کس بات پہ اس قدر چڑھی ہوئی تھی۔

"تو میں انہیں بابا کہا کروں؟"اس کے چہرے پر بلا کی معصومیت چھائی ہوئی تھی۔

"کیا مطلب؟"اس نے ٹیڑھی نظروں سے حماد کو گھورا۔

"اماں انہیں اور آپ کو میرے والدین کا درجہ دیتی ہیں تو مجھے بھی اصولاً انہیں بابا اور آپ کو۔۔۔۔۔"وہ نا محسوس انداز میں پیچھے کو سرکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"حماد کے بچے! بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری۔بتاتی ہوں میں تمہیں"اس نے بری طرح تلملا کر قریب پڑا کشن اٹھا کر اسے کھینچ مارا مگر اس سے پہلے ہی وہ کمرے سے باہر جا چکا تھا۔

"یااللہ! میں کس طرح سمجھاؤں اسے؟"وہ سر پکڑ کر بستر پہ گر سی گئی۔

****

وہ کافی دیر سے لاؤنج میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی اور وہ تھا کہ کمرے سے باہر ہی نہیں نکل رہا تھا۔

"ناجانے کتنی دیر سجے سنورے گا" اس نے جل کر سوچا۔اسی پل وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نمودار ہوا۔اس نے سر اٹھا کر اس شخص کو دیکھا جو بلیو پینٹ اور وائٹ شرٹ میں ملبوس بازو پر تہہ شدہ بلیو کوٹ ڈالے ہمیشہ سے زیادہ ہنڈسم لگ رہا تھا۔یا شاید اسے ہی لگا۔وہ نامحسوس انداز میں اسے دیکھے گئی۔فائز سر جھکائے موبائل پر مصروف تھا۔چند لمحوں بعد اس نے سر اٹھا کر موبائل کان سے لگاتے ہوئے بت بنی زویا کو دیکھا۔اسے اپنی سمت متوجہ پا کر وہ اپنی بے اختیاری پر خجل سی ہو گئی۔

"تم شاید میرا ہی انتظار کر رہی تھی؟" وہ اس کے قریب آتے ہوئے گویا ہوا۔شاید کال نہیں لگی تھی تب ہی اس نے فون بند کر کے دوبارہ پینٹ کی جیب میں ڈال لیا تھا۔

"ناجانے یہ کس طرح ہر بات جان لیتا ہے" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"تم اس وقت اس طرح یہاں موجود نہیں ہوتی۔آج یہاں موجود ہونے کی یہی ایک وجہ ہو سکتی ہے" شاید وہ ایک بار پھر اس کے دل کی بات جان گیا تھا تب ہی وضاحت بھی کر دی۔

"جی وہ دراصل میں کہنا چاہ رہی تھی کہ مجھے واپس جانا ہے" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے دو ٹوک بات کرنے کا ارادہ کیا۔

"کیا تم وجہ بتانا پسند کرو گی؟" اس کا مدعا سن کر فائز کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"میں آپ کا احسان نہیں لے سکتی۔ ہر احسان اپنی قیمت مانگتا ہے۔ بدلا مانگتا ہے۔ میں کسی چھوٹے سے احسان کا بدلا چکانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں پھر آپ کا یہ احسان تو بہت بڑا ہے۔ اتنا بڑا کہ اس احسان کے احساس سے میری سانس رکی جا رہی ہے" وہ بولی تو بولتی چلی گئی۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ جب سے اس بنگلے میں آئی تھی اس کا دم گھٹا جا رہا تھا۔ وہ کھل کر سانس بھی نہیں لے پا رہی تھی۔ اس کی زندگی نے اسے یہی سکھایا تھا کہ لوگ اپنے احسان کا بدلا چاہتے ہیں۔ اس نے اپنوں کو بھی ایسا ہی پایا تھا۔ فائز تو پھر اس کا کچھ نہیں لگتا تھا۔

"دیکھو زویا! میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تم پر کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تم مجھ پر احسان کر رہی ہو۔ تمہارا یہاں رہنا تمہاری نہیں میری ضرورت ہے۔ میں نے تمہیں یہاں اپنی غرض سے رکھا ہے۔ تمہیں کوئی شرمندگی نہیں ہونی چاہیے اور اگر میں احسان کر بھی رہا ہوتا تو فائز میر احسانوں کا بدلا چاہنے والوں میں سے نہیں ہے۔ تم پلیز یہاں کھل کر رہو۔ اماں کے حوالے سے یہ تمہارا گھر بھی ہے۔ ہم آئندہ اس موضوع پر بات نہیں کریں گے" دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے وہ گویا ہوا۔

"مگر یہ بھی حقیقت ہے فائز صاحب! کہ یہ میرا گھر نہیں ہے اور میں اس طرح کسی اور کے گھر کیسے رہ سکتی ہوں" وہ بری طرح الجھی ہوئی تھی۔

"تو کیا آپ چاہتی ہیں اسے آپ کا گھر بنا دیا جائے؟" اس نے ذو معنی انداز میں کہتے ہوئے زویا کی گھور سیاہ آنکھوں میں جھانکا۔

"نہیں میں........ "اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات پوری کرتی اماں کی تیز آواز نے دونوں کو بری طرح چونکایا تھا۔

"نہیں کھانا مجھے یہ سب! دفعہ ہو جاؤ میرے سامنے سے" وہ ناجانے کس پر چیخ رہی تھیں۔ان دونوں نے دزدیدہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر فائز تیزی سے ان کے کمرے کی سمت بڑھا تھا۔زویا نے بھی اس کی تقلید کی۔وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو کمرے کی ابتر حالت نے اسے حیران ہی تو کر ڈالا۔

"کیا ہوا حامد؟"اس نے ہاتھ میں ٹرے تھامے سر جھکائے کھڑے حامد سے پوچھا۔

"وہ....وہ صاحب!" حامد اتنا گھبرایا ہوا تھا کہ ٹھیک سے بول بھی نہیں پا رہا تھا۔

"اس سے کیا پوچھتے ہو۔ مجھ سے پوچھو۔میں جب کہہ رہی ہوں کہ مجھے ناشتہ نہیں کرنا تو کیوں ضد کیے جا رہا ہے؟اسے کہو لے جائے یہ سب میرے سامنے سے" وہ تیز آواز میں گویا ہوئیں۔

"لیکن ہوا کیا ہے اماں؟آپ ناشتہ کیوں نہیں کر رہیں؟"اس نے اچنبھے سے ان کا بگڑا موڈ ملاحضہ کیا۔

"اب تم مجھے سمجھانے آ گئے ہو۔میں نے کہہ دیا نہ کہ مجھے نہیں کھانا تو نہیں کھانا"انہوں نے دوٹوک انداز میں جواب دیا۔

"حامد جاؤ تم ناشتہ لے کر"اس نے حامد کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔حامد جو اسی انتظار میں کھڑا تھا جان کی خلاصی کا پروانہ پا کر فوراً وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔

New Era Magazine

"اب بتائیں اماں! کیا بات ہے؟" وہ نرمی سے ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے بستر پر ہی ان کے قریب بیٹھ گیا۔ چند لمحے خاموشی کی نزر ہو گئے۔

"پتا نہیں" ان کے الجھے انداز نے اسے مزید الجھا دیا۔

"کیا مطلب پتا نہیں؟" اس نے وضاحت چاہی۔ دروازے میں کھڑی زویا کے چہرے پر بھی سوچ کی لکیریں واضح ہوئیں۔

"پتا نہیں مجھے کیوں غصہ آگیا تھا" ان کی آواز نہایت ہلکی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ خود اپنی کچھ دیر پہلے والی کیفیت کی وجہ تلاش کر رہی ہوں۔

"اب ٹھیک ہیں آپ؟" اس نے زیادہ اصرار کرنا مناسب نا سمجھا تو نارمل لہجے میں گویا ہوا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں اب" انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"چلیں پھر۔ ہم ساتھ میں ناشتہ کرتے ہیں" وہ ان کا ہاتھ تھامے اٹھ کھڑا ہوا۔ اماں خاموشی سے اس کے ساتھ اٹھ کھڑی ہو گئیں۔ اب تک ان کی نظر زویا پر نہیں پڑی تھی اور زویا ان کا سامنا کرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اسے عجیب سی الجھن ہوتی تھی جب وہ اسے فائزسے جوڑ تیں۔ ان کے باہر نکلنے سے پہلے ہی وہ واپس پلٹ آئی۔

****

"آپ ان کا علاج کیوں نہیں کرواتے؟ ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے" وہ لان میں بیٹھا شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہا تھا جب وہ اس کے قریب چلی آئی۔

"بیٹھو!"اس نے جواب دینے کے بجائے اسے سامنے موجود کین کی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ خاموشی سے بیٹھ کر اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

"میں ان کا علاج کروانا چاہتا ہوں مگر مجھے خوف آتا ہے"وہ چند لمحوں کے توقف کے بعد گویا ہوا۔

"کس بات سے؟"زویا نے ہوا سے ادھر ادھر بکھرتے بالوں کو سمیٹا۔

"انہیں سب یاد آجانے سے"اس نے کھوئے کھوئے انداز میں جواب دیا۔

"میں نہیں جانتی وہ کیا ہے مگر! حقیقت سے کب تک دور بھاگیں گے آپ؟ ہم جس شے سے دور بھاگتے ہیں وہ ہمارے اتنے ہی قریب آتی جاتی ہے۔آپ حقیقت سے جتنا دور بھاگیں گے اسے اپنے اتنے ہی قریب پائیں گے۔بہتر ہے کہ سچ کو قبول کر کے بہتری کی راہ اپنالی جائے" وہ دھیمے انداز میں کہہ رہی تھی اور وہ بغور اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو ایک جھگی میں رہنے والی فقیرنی تو بالکل نہیں لگتی تھی۔

"تم کون ہو؟"چند دنوں پہلے ذہن میں ابھرنے والا شک ایک دفعہ پھر سر اٹھانے لگا تھا۔

"میں!"اس نے سوالیہ انداز میں انگوٹھے سے اپنی سمت اشارہ کیا۔

"ہاں تم! کون ہو تم؟"اس کے سوال نے زویا کو بری طرح الجھا دیا۔

"عائزہ!"جواب حماد کی طرف سے آیا تھا جو عین اسی وقت ان کے قریب پہنچا تھا۔زویا نے تلملا کر حماد کو گھورا۔حماد نے تو مزاق کیا تھا مگر فائز پر جو قیامت گزری تھی اس کا اندازہ ان دونوں کو ہی نہیں تھا۔

"ہاں!" وہ ایک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔ام دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں! تم عائزہ ہی ہو" اس کی نظریں ہنوز اس کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔زویا کو اس پل وہ عجیب پراسرار سا محسوس ہوا۔شاید ایسا ہی کچھ حماد نے بھی محسوس کیا تھا تب ہی وہ نا محسوس انداز میں زویا کے قریب ہو گیا تھا۔

"تم عائزہ ہی تو ہو" آج کئی دنوں بعد اس پر پھر وہم کا حملہ ہوا تھا۔سامنے بیٹھی زویا پل میں عائزہ کے روپ میں ڈھل گئی تھی۔

"لیکن تم زندہ کیسے ہو؟ میں نے تو تمہیں مار دیا تھا" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بول رہا تھا۔ زویا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھے گئی۔کیا آج حقیقت بے نقاب ہونے والی تھی؟

"آپی!" حماد نے خوفزدہ لہجے میں اسے پکارا۔

"دیکھو عائزہ! تم مر کر بھی زندہ ہو اور میں زندہ ہو کر بھی زندگی کو محسوس نہیں کر پا رہا" اس کے لہجے کا کرب زویا نے اپنے دل میں اترتا محسوس کیا۔

"آپی! اندر چلیں" شاید حماد بھی اس کی طرح خوفزدہ تھا تب ہی اس نے زویا کا ہاتھ تھام کر کھینچا۔وہ میکانکی انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھ سے بدلا لو عائزہ! کہاں جا رہی ہو۔مار دو مجھے۔تم بھی مجھے ویسے ہی قتل کرو جس طرح میں نے تمہیں کیا تھا" وہ اسے روکنے کے لیے اٹھا تھا۔اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر ان دونوں نے بری طرح حواس باختہ ہوتے ہوئے دوڑ لگا دی۔اس سے پہلے کہ وہ ان کے قریب پہنچتا وہ دونوں کمرے میں پہنچ چکے تھے۔فائز کتنی ہی دیر کمرے کے دروازے پر دستک دیتا رہا۔وہ

دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے سانسیں بھی نہایت آہستگی سے لے رہے تھے۔آج اس نے جو انکشافات کیے تھے وہ ان دونوں کے لیے نا قابل قبول تھے۔انہوں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ اس سب کے پیچھے یہ کہانی ہو گی۔

"آپی یہاں سے چلیں۔مجھے نہیں رہنا ہے اس ہانٹیڈ ہاؤس میں" جب اس کی دستکیں بند ہو گئیں اور انہیں اس کے جانے کا یقین ہو گیا تو حماد نہایت دھیمی آواز میں گویا ہوا۔

"ہاں حماد !اب یہاں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"اس نے دل میں مصمم ارادہ کرتے ہوئے اسے کچھ اور قریب کر لیا۔وہ اتنی مضبوط اعصاب کی مالک نہیں تھی کہ اس کا یہ نا قابل فہم روپ دیکھنے کے بعد بھی وہاں رک جاتی۔

****

(جاری ہے)

****

New Era Magazine

New Era Magazine

نوٹ

اگر اور جیتے رہتے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)